اقبال کا تصور شریعت

خورشید احمد

اقبال کی نظم '' ابلیس کی مجلس شوریٰ ،، میں جب ابلیس کا ایک مشیر اسے متوجہ کرتا ہے کہ مزدک کے بروز کارل مارکس کے جوش جنوں سے عنقریب وہ جہاں ہی زیر و زبر ہونے کو ہے جس کی سیادت اس کے ہاتھوں میں ہے تو ابلیس اس کی تردید کرتے ہوئے بڑے معنی خیز انداز میں کہتا ہے۔

جانتا ہے، جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں اسلام ہے

پھر وہ اپنے اس خیال کی مزید وضاحت کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ اسلام سے اس '' خطرہ ،، کا سبب اس کی شریعت ہے۔ وہ کہتا ہے۔

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے یدبیضا ہے پیران حرم کی آستیں
عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں
الحذر آئین پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور وخاقان ، نے فقیر رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں
چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقیں

ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اقبال کے نزدیک وہ شریعت کیا ہے جس کی یہ خصوصیات خود اس کے سب سے بڑے دشمن نے بیان کی ہیں۔

اقبال اس نقطہ نظر کے حامی ہیں کہ شریعت کے بنیادی مآخذ دو ہیں: قرآن اور سنت۔ ان دو بنیادی مآخذ کے علاوہ وہ دو ضمنی مآخذ اجماع اور اجتہاد کے بھی قائل ہیں۔ بنیادی مآخذ شریعت کی اساسی تعلیم کو پیش کرتے ہیں اور ضمنی مآخذ کے ذریعہ ہر دور میں شریعت وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے نئی نئی وسعتیں اختیار کرتی جاتی ہے اور اپنی حقیقی روح کو قائم رکھتے ہوئے ہر دور کے نئے سوالات کا جواب فراہم کرتی ہے۔ لیکن یہ ضمنی مآخذ یعنی — اجماع اور اجتہاد — اساسی مآخذ یعنی — قرآن اور حدیث — کے تابع ہیں اور انہیں انہی حدود میں استعمال کیا جاسکتا ہے جو قرآن و سنت میں مقرر کی گئی ہیں —

پہلا بنیادی مآخذ قرآن ہے اور وہ ہدایت کا اصل سرچشمہ ہے۔ یہ خدا کی نازل کردہ کتاب ہے جو زندگی کا پورا دستورالعمل پیش کرتی ہے۔ اس کی ہدایت ہر دور اور ہر زمانے کے لئے ہے اور چونکہ یہ ہدایت اس ہستی کی طرف سے ہے جس کے لئے زمان و مکاں کی حدود کوئی معنی نہیں رکھتیں اس لئے یہ ہدایت ابدالاباد تک کے لئے ہے۔ انسانیت کی ترقی اور ملت کے استحکام کا اصل راستہ یہی ہے کہ اس الکتاب سے رشتہ استوار کیا جائے اور اس کی ہدایت کے مطابق زندگی کا نقشہ قائم کیا جائے —

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

مسلمان صرف ایک آئین —— قرآن —— کے ذریعہ زندہ ہیں اور یہی ان کی زندگی کا سرچشمہ ہے۔

از یک آئین مسلمان زندہ است
پیکر ملت ز قرآن زندہ است

قرآن ہی آزادی اور ترقی کا ضامن ہے اور جب بھی مسلمانوں نے اس سے تعلق کمزور کیا انہوں نے اس بے تعلقی کے نہایت تباہ کن نتائج بھگتے —

چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت

اور مستقبل میں ترقی کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ غیروں کی اندھی تقلید سے آزادی حاصل کر کے قرآن کے اتباع کا راستہ ہے —

اے بہ تقلیدش اسیر آزاد شو
دامن قرآں بگیر آزاد شو

اس شریعت کا دوسرا بنیادی ماخذ سنت رسول اللہ ہے۔ رسول کے ذریعہ اللہ نے اپنی ہدایت انسانوں تک پہنچائی، قدم قدم پر اس کی رہنمائی کی، اور اس کی پوری زندگی کو انسانیت کے لئے اسوۂ حسنہ بنایا۔ نبی نے قرآن کی تشریح کی اور اس کے احکام کو عملی جامہ پہنایا۔ قرآن کے بعد رسول کی یہی سنت شریعت کا مستقل ماخذ ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اقبال حدیث کو شریعت کا ماخذ اور دینی حجت نہیں مانتے تھے اور صرف قرآن کو یہ مقام دیتے تھے۔ لیکن یہ خیال غلط ہے اور فکر اقبال میں اس کے لئے کوئی بنیاد موجود نہیں۔ اس کے بر عکس اقبال نے بار بار اسلام کی تاریخ اور روایات کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اور ملت کی بقا اور نشوو نما کے لئے ان کو ضروری قرار دیا ہے۔ اقبال کے نزدیک دین میں حدیث کا درجہ وہی ہے جو اکابر امت کے نزدیک آج تک رہا ہے۔

شنیدم آنچہ از پاکان امت
ترا با شوخئے رندانہ گفتم

---

(۱)

جہاں تک تاریخ رہنمائی کرتی ہے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرن اول میں بلا استثناء قرآن اور حدیث دونوں کو شریعت کا اولین ماخذ اور دین میں حجت مانا جاتا تھا۔ دوسری صدی کے آغاز میں معتزلہ کی طرف سے پہلی مرتبہ حدیث کے حجت شرعی ہونے پر شبہ کا اظہار ہوا اور اس کی سند کو چیلنج کیا گیا (۱) پھر اخوان الصفا نے اس نقطۂ نظر کو مزید وضاحت سے پیش کیا (۲) لیکن جلد ہی مسلمان مفکرین نے اس ذہنی رجحان کا نوٹس لیا اور مسکت دلائل کے ساتھ اس کا جواب دیا۔ جس کے نتیجہ کے طور پر یہ نقطۂ نظر

۱۔ حافظ ابن حزم فرماتے ہیں —— ”اہل سنت خوارج۔ شیعہ۔ قدریہ تمام فرقے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں برابر حجت سمجھتے رہے۔ یہاں تک کہ پہلی صدی کے بعد متکلمین معتزلہ آئے اور انہوں نے اس اجماع کے خلاف کیا“ ملاحظہ ہو ”الاحکام“۔ ج ۱ - ص ۱۱۴ —

۲۔ ”فتنۂ انکار حدیث کا منظر و پس منظر“ از افتخار احمد بلخی۔ کراچی صفحہ ۴۴ — ۴۸ -

اپنے آغاز ہی میں دب گیا۔ دور جدید میں مغربی مستشرقین نے حدیث کو خصوصیت سے ہدف تنقید بنایا(۱) اور مستشرقین کی ان تنقیدات کے زیر اثر خود عالم اسلام میں ایک طبقہ حدیث کی صحت اور اس کی حجت پر شک کرنے لگا۔ لیکن یہ طبقہ عالم اسلام میں کبھی بھی کوئی قوی تحریک برپانہ کرسکا اور خصوصیت سے اقبال کے زمانہ میں تو اس کا اثر بہت ہی محدود تھا۔ اس زمانہ میں یہ نقطہ نظر اتنا محدود اور غیر اہم تھا کہ اقبال نے اسے درخور اعتنا ہی نہیں سمجھا۔ اس لئے ہمیں بلا واسطہ کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی جس میں آپ نے اس کا کسی حیثیت سے بھی نوٹس لیا ہو۔ لیکن جہاں تک ان مباحث کا سوال ہے جو اس سلسلہ میں پیدا ہوتے ہیں ان پر علامہ موصوف نے مختلف مقامات پر بحث کی ہے اور ہم اس مقالہ میں ان مقامات کی نشاندہی کریں گے لیکن قبل اس کے کہ ہم علامہ موصوف کے افکار پیش کریں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تنقیح مبحث کی خاطر اسلامی شریعت میں سنت اور حدیث کے صحیح مقام کو متعین کرلیا جائے ۔

---

(۲)

اس دنیا میں انسان کی دو بنیادی ضرورتیں ہیں ایک اشیاء وہ جو اس کی مادی اور جسمانی احتیاجات کو پورا کرتی ہیں اور دوسری وہ ہدایت اور رہنمائی جس کی روشنی میں وہ اپنی اخلاق، اجتماعی اور تمدنی زندگی کی تشکیل صحت مند بنیادوں پر کرسکے۔ اللہ تعالی کی ربوبیت عامہ کا تقاضہ تھا کہ وہ انسان کی ان دونوں ضرورتوں کو پورا کرے۔ پہلی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس نے زمین وآسمان میں وسائل معیشت کا ایک نہ ختم ہونیوالا خزانہ ودیعت کردیا ہے اور انسان ان وسائل کے ذریعہ اپنی تمام ضرورتوں کو پورا کرسکتا ہے۔ دوسری احتیاج کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالی نے اپنی ہدایت اور اپنے نبی بھیجے تاکہ وہ انسان کو زندگی کی حقیقت سے روشناس کرائیں اور انہیں ان اصول تمدن کی تعلیم دیں جو زندگی کو اس کے اصل مقاصد سے ہمکنار کردیں ۔

اسلامی نقطہ نظر سے انبیاء کا کام محض یہ نہیں ہے کہ وہ خدا اور بندے کا انفرادی تعلق کچھ خاص عقائد کی بنیادوں پر استوار کرادیں بلکہ اس کے ساتھ ان کا اصل وظیفہ یہ بھی ہے کہ تاریخ کی رو کو موڑدیں اور دین حق کی بنیاد

---

۱ - ملاحظہ ہو
Joseph Schacht, The origins of Mohammadan Jurisprudence, oxford, 1950.

پر انفرادی اور اجتماعی۔ تہذیبی اور تمدنی زندگی کی تعمیر کریں۔ قرآن کے الفاظ میں

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا معھم الکتب و المیزان لیقوم الناس بالقسط ہ (۱)

ہم نے اپنے رسول واضح نشانیاں دے کر بھیجے ھیں اور ان کے ساتھ قرآن (یعنی قانون حیات) اور میزان عدل اتاری ھے تاکہ انسانوں پر انصاف قائم کریں —

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ہ (۲)

وھی ھے (ذات باری تعالی) جس نے اپنے رسول کو ھدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام نظام ھائے زندگی پرغالب کردے —

اسلام کی نگاہ میں انبیاءؑ کا مشن یہی ھے۔ یہی وہ چیز ھے جس کی طرف علامہ اقبال اپنے خطبہ ''اسلامی ثقافت کی روح،، میں اشارہ کرتے ھیں۔ جب وہ کہتے ھیں کہ نبی حق کی معرفت حاصل کرنے کے بعد زمانے کی رومیں داخل ھوتا ھے اور ''پھر ان قوتوں کے غلبہ اور تصرف سے، جو عالم تاریخ کی صورت گرھیں، مقاصدکی ایک نئی دنیاپیدا کرتا ھے،، (۳) اس کا مقصدایک خاص قسم کا انسان اور ایک خاص تہذیب و تمدن قائم کرنا ھوتا ھے اور اس کی اصل کامیابی اسی خاص دائرہ میں ھے۔ (۴)

چونکہ اسلام کااصل مقصد انسانی زندگی کو ایک خاص نہج پر قائم کرنا ھے اس لئے اللہ تعالی نے اس خاص مقصد کی طرف انسان کی رھنمائی کے لئے صرف یہ کافی نہیں سمجھا کہ اپنی ھدایت محض کتابی شکل میں ان کو فراھم کردے بلکہ اس ھدایت کے مطابق ان کی زندگیوں کی تعمیر کے لئے ایک اسوۂ حسنہ بھی ان کے سامنے پیش کیا تا کہ اس اسوہ کی پیروی کرکے وہ اپنے کو اسلام کے اصل مقاصد سے ھم آھنگ کرلیں یہی وجہ ھے کہ ''کتاب،، کے ساتھ ''صاحب کتاب،، کو بھی بھیجا گیا۔ اور ''صاحب کتاب،، کی زندگی کو انسانوں کے لئے نمونہاور اس کے حکم کو قانون بنایا گیا —

۱۔ القرآن سورہ — الحدید — ۲۵

۲۔ القرآن سورہ — الصف — ۹

۳۔ اقبال — تشکیل جدید الھیات اسلامیہ،، ترجمہ سید نذیر نیازی—لاھور ۱۹۵۸ صفحہ ۱۸۸

۴۔ اقبال — ایضاًصفحہ ۱۸۹ — ۱۹۰

رسول کا اصل کام یہ ہے کہ وہ لوگوں تک خدا کی ہدایات پہنچادے، ان کی تشریح و توضیح کرے اور اس پر عمل کر کے زندگی کے ہر شعبہ کے لئے نمونہ پیش کردے۔ پھر جو لوگ اس رہنمائی کو قبول کرلیں ان کی زندگیوں کی تنظیم اس ہدایت کے مطابق کرے اور اپنی قیادت میں وہ تہذیب و تمدن قائم کردے جو اسلام قائم کرانا چاہتا ہے۔ قرآن کی نگاہ میں نبی محض کتاب پہنچا دینے والا ایک قاصد نہیں بلکہ ایک ایسی شخصیت ہے جو مندرجہ بالا تمام وظائف کو انجام دینے کے لئے پیدا کی جاتی ہے۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیاته ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة‎ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۝(۱)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا جب کہ اس نے ان پر ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیات سناتا ہے اور انکا تزکیہ کرتا ہے۔ انہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت سکھاتا ہے درآنحالیکہ پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

یعنی نبی کا کام نہ صرف یہ ہے کہ وہ خدا کی ہدایت انسانوں تک پہنچادے بلکہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ اس ہدایت کو قبول کرلیں ان کے اخلاق کا تزکیہ اور ان کی زندگیوں کی تطہیر کرے۔ ان کو کتاب کی تعلیم دے۔ اس کی تشریح اور توضیح کرے اور جو خاص حکمت اللہ تعالی نے اس کو عطا کی ہے اس کے ذریعہ سے پوری زندگی میں ان کی رہنمائی کرے۔ رسول کا یہ دوسرا کام۔ جس کی انجام دہی کے لئے اس کی حکمت بروئے کار آتی ہے۔ رسول کی سنت اور اس کی حدیث کی صورت اختیار کرتا ہے(۲)۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی فرماتا ہے ۔

و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ۝(۳)

ہم نے تیری طرف الذکر نازل کیا ہے تاکہ تو لوگوں کے لئے اس چیز کو

۱- — القرآن سورہ آل عمران ۱۶۴ —

۲- امام شافعی اپنی تصنیف ” الرسالة “ میں اس آیت کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں : ’اللہ نے جس کتاب کا ذکر کیا ہے اس سے مراد قرآن ہے۔ اور جس حکمت کا ذکر کیا ہے وہ سنت ہے ‘
ملاحظہ ہو شیخ مصطفیٰ سباعی ۔ سنت رسول ۔ ترجمہ ملک غلام علی ۔ کراچی۔ صفحہ ۴۲

۳- القرآن — سورۃ النحل ۴۴—

واضح کرے جو ان کی طرف اتاری
گئی ہے ۔

یہاں بھی نبی کا مشن یہ بتایا گیا ہے کہ وہ خدا کی دی ہوئی ہدایت کی تشریح کرے ، اس کی وضاحت کرے، اپنے قول و عمل سے لوگوں کے لئے وہ راستہ بنادے جس پر چل کر وہ کامیاب و کامران ہوجائیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن واضح طور پر کہتا ہے کہ :۔

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا ہ (۱)

رسول تمہیں جو حکم دے اسے اختیار کرلو اور جس سے تمہیں روکے اس سے رک جاؤ۔

وماکان لمومن ولا مومنۃ اذاقضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم و من یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلالاً مبینا ۔ (۲)

کسی مومن مرد اور عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں تو ان کے لئے کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے پس وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگیا ۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ ہ(۳)

بے شک خدا کے نبی (کی زندگی) میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ہ (۴)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی ۔

فلاو ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مماقضیت ویسلمو تسلیماہ (۵)

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ (جو صرف زبان سے دعوے ایمان کرتے ہیں۔ عند اللہ) کبھی ایمان دار نہ ہوں گے

۱۔ القرآن — سورہ الحشر ۷ —
۲۔ القرآ ن — سورہ الاحزاب ۳۶ —
۳۔ القرآ ن — سورہ الاالحزاب ۲۱ —
۴۔ القرآن — سورہ النساء ۸۹ —
۵۔ القرآن — سورۃ النسا ۶۵ —

جب تک یہ بات نہ ہو کہ (۱)
ان کے آپس میں جو جھگڑا ہو اس
میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرائیں
پھر (۲) (جب آپ تصفیہ کرادیں تو)
آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں
رو گردانی کی) تنگی نہ پاویں۔
اور (۳) (اس فیصلہ کو) پورا پورا
(ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی) تسلیم
کریں (یعنی اس پر عمل پیرا ہوجائیں)

مندرجہ بالا بحث سے یہ نکات سامنے آتے ہیں -

۱ - انسان کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالی نے اپنی ہدایت کے علاوہ انبیاؑ بھی بھیجے ہیں --

۲ - انبیاؑ کا اصل کام محض خدا کی ہدایت پہنچا دینا ہی نہ تھا بلکہ اس کی تشریح و توضیح و تنفیذ بھی تھا --

۳ - رسول خدا کی ہدایت کی تعبیر و تشریح کرتا ہے اور وہ اس کی جو عملی شکل متعین کرتا ہے وہ معتبر (Authentic) اور واجب اطاعت ہے۔ رسول کی حیثیت خود شارع کی ہے اور وہ خدا کے اذن سے یہ کام انجام دیتا ہے --

۴ - جس طرح رسول کا قول قانون ہے اسی طرح اس کا عمل اسوہ حسنہ ہے-- اسی چیز پر قرآن پاک کی یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے-:

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی فنصله جهنم وساءت مصیرا (۱)

اور جو کوئی خلاف کرے رسول کے بعد اس کے کہ واضح ہوگی اس کے لئے ہدایت اور راہ پکڑے مومنین کے راستہ سے الگ تو ہم اس کو حوالہ کریں گے اسی راہ کے جس کی طرف اس نے رخ کیا ہے اور انجام کار ہم اس کو داخل کریں گے دوزخ میں اور برا ہے وہ ٹھکانا --

---

۱- القرآن سورہ النساء ۱۱۵

یہاں واضح طور پر رسول اور صحابہ کرام رض کی راہ سے ہٹ کر عمل کرنیوالوں کو دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے اور یہ سنت کی حجیت پر ایک دلیل ہے۔

ایک دوسرے مقام پر بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس بات کو پیش کیا گیا ہے کہ رسول کی سنت سے کٹنے والے دراصل منافقین ہیں۔ جس دل میں ایمان ہوگا وہ کبھی سنت رسول سے ہٹ نہیں سکتا۔

و اذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ و الی الرسول رایت المنفقین یصدون عنک صدودا ہ (۱)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف۔ تو اے رسول تو دیکھے گا ان منافقین کو کہ اعراض اور رو گردانی کرتے ہیں تیری طرف سے۔

اس آیت میں واضح طور پر رسول کی طرف انسانوں کو بلایا گیا ہے اور رسول سے اعراض کرنیوالوں کو منافق کہا گیا ہے۔ یہ دونوں آیات ان نکات کی مزید توثیق کرتی ہیں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔

رسول اور اس کی سنت کی یہی اہمیت ہے جس کی بنا پر خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے بار بار لوگوں کو سنت کے اتباع کا حکم دیا اور اس سلسلہ میں کوئی اشتباہ باقی نہ چھوڑا۔ آپ کا ارشاد ہے

”میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں جن کے بعد پھر تم گمراہ نہیں ہوسکتے۔ ایک تو اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔ (۲)

نماز کے متعلق آپ نے فرمایا —”نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔ (۳)

حج کے متعلق آپ کا فرمان ہے —”مجھ سے مناسک حج سیکھو“۔ (۳) —

نکاح کے متعلق آپ فرماتے ہیں —”نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (۵) —

۱۔ قران۔ سورۃ نساء ۶۱ —

۲۔ صحاح — حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو — مناظر احسن گیلانی ”تدوین حدیث“ — کراچی ۱۹۵۶ صفحہ ۲۲ —

۳۔ مصطفی سباعی — سنت رسول صفحہ ۳۰ —

۴۔ النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو — مجیب اللہ ندوی اسلامی فقہ جلد چہارم — رامپور ۱۹۵۸ صفحہ ۱۶ —

یہ اور اسی طرح کے بے شمار اقوال نبوی اس بات پر دلالت کرتے ھیں کہ سنت رسول شریعت کے اولین مآخذ میں سے ھے۔ اور قرآن کی تشریح و توضیح کرتی ھے۔ (۱)

ھماری اس بحث سے رسول اللہ کے قول اور آپ کے عمل کی اھمیت اور شریعت میں ان کا مقام واضح ھوجاتا ھے۔ اصطلاح میں اسی چیز کو یعنی آپ کے قول، عمل اور تقریر کو سنت کہا جاتا ھے۔ قول وہ ھے جو آپ نے فرمایا۔ عمل وہ ھے جو آپ نے کیا۔ اور تقریر سے مراد وہ چیزیں ھیں جو آپ کے سامنے ھوئیں اور آپ نے ان سے منع نہیں کیا اور اپنی خاموشی سے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا محدثین اور علما' سنت رسول کی یہی تعریف کرتے ھیں۔ (۲)

حدیث ان روایات اور بیانات کو کہا جاتا ھے جو نبی اکرمؐ کی اس سنت کو پیش کریں۔ اسی لئے محدثین خود حدیث کی یہی تعریف کرتے ھیں۔ (۳) مثلاً مولانا مناظر احسن گیلانی حدیث کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ھیں :

''رسول اللہ صلی اللہ و علیہ سلم کے اقوال و افعال اور ایسے واقعات جو ان کے سامنے پیش آئے لیکن ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی (جسے اصطلاحاً تقریر کہتے ھیں) غرض پیغمبر کے اقوال و افعال و تقریر کا نام حدیث ھے۔ (۴)

اسی طرح مولانا شبیر احمد عثمانی حدیث کی یہ تعریف کرتے ھیں : (۵)

''علما' اصول نے حدیث کی جو تعریف کی ھے وہ یہ ھے کہ حدیث نام ھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے اقوال اور افعال کا، اور افعال میں

۱- یہی وہ نقطہ' نظر ھے جو مسلمان مفکرین نے پیش کیا ھے۔ امام اوزاعی فرماتے ھیں کہ ''گویا سنت، کتاب اللہ کے احکام کے لئے بمنزلہ تفسیر و شرح کے ھے،، بحوالہ بدر عالم ، ترجمان السنہ" جلد اول دھلی ۱۹۳۸ع، صفحہ ۱۲۳ —

۲- شیخ مصطفیٰ سباعی رقمطراز ھیں، '' علما' اصول کی اصطلاح میں سنت رسول اللہ صلعم کے قول، اور عمل اور تقریر کا نام ھے،، سنت رسول صفحہ ۱۹ —

۳- مصطفیٰ سباعی ، سنت رسول صفحہ ۱۹—

۴- مناظر احسن گیلانی، تدوین حدیث، صفحہ ۱۶—

۵- شبیر احمد عثمانی، فتح الملھم شرح صحیح مسلم، بجنور، جلد اول صفحہ ۱ —

تقریر بھی داخل ہے یعنی آپ نے کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھا یا کسی صحیح مسلمان کی نسبت سے کسی بات کو سنا تو اس کا انکار نہیں فرمایا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ذاتی حالات سے متعلق جو روایات ہیں ان میں سے جو حالات اختیاری ہیں وہ افعال میں داخل ہیں اور جو غیر اختیاری ہیں جیسے آپ کے جسمانی حلیہ سے متعلق تو وہ حدیث میں داخل نہیں اس لئے کہ ان کے ساتھ کوئی ایسا حکم متعلق نہیں ہے جس کا ہمارے ساتھ تعلق ہو،،

---

(۳)

علامہ اقبال ارسطو کے فلسفیانہ استدلال کے مقابلے میں واردات نفسی کو مذہب کے جواز میں پیش کرتے ہیں (۱) اور یہ اسی بنیادی فکر کا نتیجہ ہے کہ وہ مذہب کی پوری عمارت کو نبی کے تجربہ (Prophetic Experience) کی بنیاد پر استوار کرتے ہیں اس طرح اگر رسالت کے تصور کو نکال دیا جائے تو پھر اقبال کی نگاہ میں اسلامی فکر کی کوئی اساس ہی باقی نہیں رہتی ہے -

علامہ اقبال رسالت کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کرتے ہوئے یہ نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں کہ یہ کائنات ایک جسد بے جان تھی جس میں رسالت نے روح پھونکی ،انسانی زندگی کو اس کی اصل معنویت عطا کی اور انسان کو دین اور آئین حیات سے سرفراز فرمایا تاکہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی شیرازہ بندی کرسکے - یہ رسالت ہی ہے جس کی وجہ سے انسان ایک مقصد پر ، ایک امت کی شکل میں مجتمع ہوتا ہے - اسلامی معاشرے کا مرکز و محور رسول کی ذات ہے - اور اسی کے دم سے امت کا اجتماعی نظام قائم ہے - یہی وجہ ہے کہ رسول نوع انسانی کے لئے پیغام رحمت ہوتا ہے -

حق تعالی پیکر ما آفرید وز رسالت درتن ماجان دمید
حرف بے صوت اندریں عالم بدیم از رسالت مصرع موزوں شدیم
از رسالت در جہان تکوین ما از رسالت دین ما آئین ما
از رسالت صد ہزار ما یک است جز و ما از جز وما لاینفک است

۱- ملاحظہ ہو : ‘‘تشکیل جدید الہیات اسلامیہ،، باب ہفتم-

آں کہ شان اوست یہدی من یرید　　از رسالت حلقہ گرد ما کشید
ما ز حکم نسبت او ملتیم　　اہل عالم را پیام رحمتیم

رسالت کی اس نوعیت کا لازمی تقاضا ہے کہ مسلمانوں کا تعلق اپنے نبی سے کچھ خاص بنیادوں پر قائم ہو۔ اقبال نے قرآن اور حدیث کی روشنی میں ان بنیادوں کو متعین کیا ہے جن پر نبی سے تعلق استوار ہونا چاہئے۔ اور اقبال کی نگاہ میں یہ بنیادیں تین ہیں —

(۱) ایمان۔ (۲) محبت۔ (۳) اطاعت۔

پہلی بنیاد : ایمان باالرسالت :

رسول سے تعلق کی سب سے پہلی بنیاد ایمان ہے۔ خود قرآن بھی اس کا مطالبہ کرتا ہے۔

یا ایھا الناس قدجآءکم الرسول من ربکم فآمنوا خیرالکم وان تکفروا فان للہ مافی السموات والارض و کان اللہ علیماً حکیماً ہ (۱)

اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے یہ رسول تمہارے پاس حق کے ساتھ آیا ہے پس ایمان لاؤ (اس پر) یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر کفر کرتے رہے تو جان رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ سب خدا ہی کا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے —

رسول پر ایمان کے معنی یہ ہیں کہ رسول کو خدا کا فرستادہ اور اس کا پیغمبر تسلیم کیا جائے اسکی لائی ہوئی ہدایت پر کامل یقین کیا جائے اس کے بتائے ہوئے راستے کو صحیح راستہ مانا جائے۔ نبی کو جمیعت انسانی کا حقیقی رہبر، قائد اور حکمراں تسلیم کیا جائے۔ اور اپنی پسند اور ناپسند کو اس کے تابع کردیا جائے —

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نبی کو ہدایت کا ماخذ مانا جائے اور پورے اعتماد کے ساتھ اس کی تعلیم کو قبول کیا جائے۔ ایمان کا یہ تعلق ہر مسلمان کو نبی اکرمؐ سے ایک خاص رشتے میں منسلک کرتا ہے اور یہ اسی رشتے کا اثر ہے کہ مسلمان آپ کو اپنا آقا اور ہادی مانتے ہیں اور آپ کے اشارہ چشم و ابرو پر اپنی جان تک قربان کردینا اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں —

۱۔ القرآن — سورۃ النساء : ۱۷۰

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ نبی کی ہدایت زندگی کا پیغام ہے اور اس کی شریعت قانون حیات کو پیش کرتی ہے ۔ انسان کتنا ہی پست کیوں نہ ہو وہ نبی پر ایمان کے ذریعہ اوج ثریا تک پہنچ سکتا ہے۔

ہست دین مصطفیٰ دین حیات
شرع او تفسیر آئین حیات
گر زمینی آسمان سازد ترا
آنچہ حق می خواند آن سازد ترا

حق و باطل کا معیار نبی کی ذات اور اسکا ارشاد ہے ۔ نبی پر ایمان لانے والے ایک بات کو حق اس لئے مانتے ہیں کہ نبی اس کو حق کہتا ہے ۔ اس کا بتایا ہوا راستہ ہمارے لئے صراط مستقیم ہے —

تو فرمودی رہ بطحا گرفتیم
وگر نہ جز تو مارا منزلے نیست

مسلمان کے دل و جگر کی قوت نبی اور صرف نبی ہے اس کی لائی ہوئی کتاب (قرآن) مومن کے لئے سر چشمۂ ہدایت ہے اور اس کی تعلیم ، اس کے اقوال و ارشادات ملت کا سرمایۂ حیات ہیں اس کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا گویا موت کو دعوت دینا ہے ۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے شاخ سے کٹ کر پھول مرجھا جاتا ہے، جیسے باد خزاں کے بے رحم جھونکے غنچہ وگل کو جھلسا دیتے ہیں ۔ قوم کی زندگی نبی کے دم سے قائم ہے وہی مسلم معاشرے کا مرکز ہے اور وہی اتحاد کی اصل بنیاد —

قوت قلب و جگر گردد نبی — از خدا محبوب تر گردد نبی
قلب مومن را کتابش(۱) قوت است — حکمتش(۲) حبل الورید ملت است
دامنش از دست دادن مردن است — چون گل از باد خزاں افسردن است
زندگی قوم از دم او یافت است — ایں سحر از آفتابش تافت است
فرد از حق ملت از وے زنده است — از شعاع مہر او تابنده است
از رسالت ہم نوا گشتیم ما — ہم نفس ہم مدعا گشتیم ما
کثرت ہم مدعا وحدت شود — پختہ چوں وحدت شود ملت شود
دین فطرت از نبی آموختیم — در رہ حق مشعلے افروختیم
قوم را سرمایۂ قوت ازو — حفظ سر وحدت ملت ازو
غنچۂ از شاخسار مصطفیٰ — گل شو از باد بہار مصطفیٰ
از بہارش رنگ و بو باید گرفت — بہرۂ از خلق او باید گرفت

---

۱ یعنی قران — ۲ یعنی حدیث

اس کائنات میں ھدایت کا اصل ذریعه نبی اکرم صلعم ھیں اور دنیا انہی کی طرف آھسته آھسته کھنچی چلی آرھی ھے ـــ

ھر کجا بینی جہان رنگ و بو　　آنکه از خاکش بروید آرزو
یا زنور مصطفیٰ او را بہاست　　یا ھنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

نبی کے قول و عمل میں ھویٰ کا ذرا سا بھی شائبه نه تھا اور آپ نے جو کچھ بھی فرمایا خدا کے حکم اور اس کی رھنمائی سے فرمایا ـــ

نکته سنجاں را صلائے عام ده　　از علوم امّیے پیغام ده
امیؑ پاک ھویٰ گفتار او　　شرح رمز ما غویٰ گفتار او

اس لئے اقبال اس خیال کے مبلغ ھیں که کائنات میں ترقی اور کامیابی نبی کے بتائے ھوئے طریقے ھی سے حاصل کی جاسکتی ھے ـــ

آفتابش را زوال نیست نیست　　منکر او را کمال نیست نیست
رحمت حق ، صحبت احرار او　　قہر یزداں ، ضربت کردار او
گرچه باشی عقل کل ازوے مرم　　زاں که او پیند تن و جاں را بہم

اور پھر اقبال یہاں تک کہه جاتا ھے که :

لوح بھی تو ـ قلم بھی تو ـ تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینه رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تونے طلوع آفتاب

ـــــــ

کی محمد سے وفا تونے تو ھم تیرے ھیں
یه جہاں چیز ھے کیا لوح و قلم تیرے ھیں

ـــــــ

شوق تیرا گر نه ھو، میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

بلکه ایک مقام پر تو اقبال نے یہاں تک کہدیا ھے که :

می توانی منکر یزداں شدن
منکر از شان نبی نتواں شدن

اور پوری انسانیت کو اس کا پیغام ھی یه ھے که :

قوت عشق سے ھر پست کو بالا کردے
دھر میں نام محمّد سے اجالا کردے

اقبال نے سب سے زیادہ اهمیت جس چیز کو دی ہے وہ رسول پر ایمان اور اس کے صحیح تقاضوں کا احساس ہے ۔ مندرجہ بالا بحث سے فکر اقبال کے جو چند نہایت اہم گوشے ہمارے سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں —

۱ — اس کائنات میں هدایت کا اصل ذریعہ انبیاء کرام ہیں — اور ان میں سب سے اہم نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم ہیں ۔

۲ — نبی کی لائی ہوئی هدایت زندگی کا اصل قانون ہے ۔ اور اس قانون کے ذریعہ پورے عالم کو خیر و صلاح سے منور کیا جاسکتا ہے ۔

۳ — نبی پر ایمان کا لازمی تقاضا اس کی هدایت پر ایمان اور اس کے بتائے ہوئے راستے کو قبول کرنا ہے ۔

۴ ۔ نبی محض هدایت پہنچاتا ہی نہیں بلکہ امت کی شیرازہ بندی بھی کرتا ہے اور وہی اس کا مرکز و مرجع ہے ملت کی بنیاد و اساس یہی ایمان بالرسالت ہے ۔

۵ ۔ نبی کا قول و عمل ہر حیثیت سے قابل اعتماد ہے اور اس میں کسی غلطی کا کوئی بھی شائبہ نہیں —

۶ ۔ انسانیت کے لئے ترقی کا راستہ صرف ایک ہے — اور وہ نبی کے طریقہ کی پیروی ہے —

یہ ایمان بالرسالت کے لازمی تقاضے ہیں اور علامہ اقبال نے ان کو واضح کرکے پیش کردیا ہے کیونکہ ملت کا احیاء انہی بنیادوں پر ہوسکتا ہے —

دوسری بنیاد : محبت رسول

رسالت کی حقیقت اور اس کی نوعیت کے فہم کا لازمی تقاضا ہے کہ نبی سے حقیقی محبت کی جائے اور انسان کا رواں رواں اس کے عشق سے سرشار ہو —

نبی اکرمؐ انسانیت کے سب سے بڑے محسن ہیں ۔ انہوں نے انسان کو حقیقی کامیابی اور فلاح کا راستہ دکھایا ۔ اور اپنی پوری زندگی انسان کی بہبود کے لئے صرف کردی ۔ آپ غاروں کی تنہائیوں میں رہے تاکہ دنیا کے درودیوار کو نور هدایت سے روشن کردیں ۔ آپ نے ہر قسم کے مظالم سہے تاکہ انسانیت کے دکھ ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائیں ۔ آپ نے اپنا وطن چھوڑا تاکہ انسانیت علاقائی بنیاد کی بجائے ایک عقیدہ کی بنیاد پر منظم ہونا سیکھ لے ۔ آپ نے تکلیفیں اٹھائیں تاکہ دوسرے آرام پاسکیں ، آپ نے وہ هدایت انسان کو دی جس کے ذریعہ وہ بہترین انسان بن سکے اور جس کی رہنمائی میں بہترین تمدن

قائم ہوسکے۔ آپ نے تاریخ کی رو کو بدل دیا اور اسے برائی سے ہٹا کر نیکی کی راہ پر لگادیا۔ آپ نے ہر زمانہ اور ہر دور کے لئے بہترین نمونہ پیش کردیا — اب انسانیت کا مستقبل تاریک نہیں روشن ہے۔

عقل کا مطالبہ ہے، فطرت کی پکار ہے، اخلاق کا تقاضا ہے کہ ایسی ہستی کو ہر چیز سے عزیز تر رکھا جائے۔ دل اس کی محبت میں ڈوبا ہوا ہو اور روح اس کے عشق سے سرشار ہو۔ خود قرآن بھی اہل ایمان کے سلسلہ میں اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ:

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم ه (۱) — نبی مسلمانوں کو اپنی جانوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اور حدیث میں اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے —

لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من والده و الناس اجمعین ه (۲) — تم میں سے کوئی شخص سچا مومن نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں —

علامہ اقبال نے تعلق بالرسالت کی دوسری بنیاد یہی محبت رسول قرار دی ہے اور مختلف طریقوں سے اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔

علامہ اقبال کا ارشاد ہے کہ رسول کا اصلی مقام مسلمان کا دل ہے:

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما بنام مصطفیٰ است

دل جو محبت کا مسکن ہے نبی کے عشق سے اس لئے معمور ہونا چاہئے کہ یہ محبت ان کی رسالت کا لازمی تقاضا ہے۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادئ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یسیں، وہی طاھا

---

۱ — القرآن — سورۃ الاحزاب۔ ۶ —

۲ البخاری ومسلم — ملاحظہ ہو معارف الحدیث مرتبہ منظور نعمانی لکھنو۔ ۱۹۵۴ع صفحہ ۳۴ —

یہ محبت اس احسان کے اظہار تشکر کا ایک ذریعہ ہے جو محمد عربیؐ نے پوری انسانیت پر کیا ہے ۔ نبی کی محبت ہی وہ راز ہے جس سے واقف ہو کر انسان اپنی دنیا کو یکسر بدل سکتا ہے ۔

طینت پاک مسلماں گوہر است — آب و تابش ازیم پیغمبر است
آب نیسانی بآغوششں در آ — وزمیان قلزمش گوہر برآ
در جہاں روشن تراز خورشید شو — صاحب تابانیٔ جاوید شو

اے ظہور تو شباب زندگی — جلوہ ات تعبیر خواب زندگی
از تو بالا پایۂ ایں کائنات — فقر تو سرمایۂ ایں کائنات
در جہاں شمع حیات افروختی — بندگاں را خواجگی آموختی

آپ کے یہی احسانات ہیں جس کی وجہ سے شاعر اپنی اس کیفیت کا اظہار کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے چہرۂ مبارک پرنظر پڑتے ہی اس کا دل بدل گیا اور سینہ آپ کے عشق کی آگ سے روشن اور روح آپ کے نور سے منور ہوگئی :

تا مرا افتاد بر رویت نظر — از اب و ام گشتۂ محبوب تر
عشق در من آتشے افروخت است — فرحتش با دا کہ جانم سوخت است

یہ رسول کی محبت ہی ہے جس سے انسان کا اصلی جوہر کھلتا ہے اور اس پر حقیقت آشکارا ہوتی ہے اس کے بغیر وہ ایک جسم ہے بلا روح کے :

اے وجود تو جہاں را نو بہار — پر تو خود را دریغ از من مدار
خود بدانی قدر تن از جاں بود — قدر جاں از پر توتو جاں بود

اس لئے اقبال محبت رسول ہی کو سنت کی اصل قرار دیتے ہیں —

علم حق غیر از شریعت ہیچ نیست
اصل سنت جز محبت ہیچ نیست

علامہ اقبال محبت رسول کو اس درجہ اہم سمجھتے تھے کہ ان کی نگاہ میں اگر کسی کا دامن عشق رسول کی دولت سے بھر گیا ہے۔ تو گویا دنیا جہاں کی ساری نعمتیں اس کو مل گئی ہیں—

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

اس سلسلہ میں خود اقبال کی یہ کیفیت تھی کہ وہ عشق رسول کو اپنی معراج

سمجھتے تھے۔ نبی کو دنیا اور آخرت میں اپنا واحد اور برحق سہارا قرار دیتے تھے۔

روز محشر اعتبار ماست او
درجہان ہم پردہ دار ماست او

اپنی ہر صلاحیت کو نبی کا فیضان سمجھتے تھے۔

پیکرم را آفرید آئینہ اش صبح من از آفتاب سینہ اش

اپنی دلی کیفیت کو اس طرح ظاہر فرماتے ہیں:

چشم در کشت محبت کاشتم
از تماشا حاصلے بر داشتم

وہ نبی اکرمؐ سے اپنی عقیدت، محبت اور شیفتگی کا اظہار اپنی اس دلی آرزو کے بیان سے کرتے ہیں کہ میں حجاز میں مرنا چاہتا ہوں۔ اس مبارک شہر میں جہاں محمد عربی صلعم قیام پذیر ہیں۔

شرم از اظہار او آید مرا شفقت تو جرأت افزاید مرا
ہست شان رحمتت گیتی نواز آرزو دارم کہ میرم در حجاز
فرخا شہرے کہ تو بودی درآں اے خنک خاکے کہ آسودی درآں
مسکن یار است و شہر شاہ من پیش عاشق ایں بود حب وطن

اوروں کو دیں حضور یہ پیغام زندگی
میں موت ڈھونڈتا ہوں زمین حجاز میں

یہ تھی اقبال کے اپنے دل کی کیفیت۔ یہ اشعار صرف اسی شخص کی زبان سے نکل سکتے ہیں جس کے دل میں عشق کی آگ سلگ رہی ہو اور جو محبت کی بھٹی میں جل رہا ہو۔ ایک طرف محبوب سے دلبستگی کا یہ حال ہے اور دوسری طرف اس کا احترام اور اس سے شرم اس درجہ ہے کہ خدا کے حضور شاعر گڑگڑا کر دعا کرتا ہے کہ تو اپنے کرم خاص سے ایک عنایت مجھ پر کر۔ اور وہ یہ کہ روز حساب جب مجھ سے باز پرس کیجیو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے سامنے نہ کیجیو۔ — کہ محبوب کے سامنے مجھے رسوا ہونا نہ پڑے:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
فرد حسابم را تو بینی نا گزیر
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

یہ محبت کی انتہا ہے ۔ اس کے بعد کے درجہ کا تصور بھی شاید چشم انسان کے لئے ممکن نہیں !

تیسری بنیاد : اطاعت رسول

محبت کا فطری تقاضا ہے کہ محبوب کی ہر ادا سے وابستگی ہو اور اس کی خوشنودی کا حصول اصل مقصد بن جائے جو وہ چاہے وہ کیا جائے اور جسے وہ ناپسند کرے اس سے دور رہا جائے۔ اپنی پسند کو اس کی پسند اور اپنی ناپسند کو اس کی ناپسند کے تابع کردیا جائے۔ اس کے ہر حکم کا اتباع ہو اور اس کی اطاعت بے چوں و چرا ہو — بلکہ اس کے ہر فیصلے پر دل کشادگی محسوس کرے اور روح اس میں لذت پائے۔ محبت اطاعت کے بغیر جھوٹ ہے اور اطاعت محبت کے بغیر فریب ۔ یہی وجہ ہے کہ خود قرآن کہتا ہے کہ اگر تم خدا سے محبت کا دعوی کرتے ہو تو خدا کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کا اتباع کرو ۔ اس لئے کہ اتباع ہی سے محبت مستحکم ہوتی ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ه (۱)

اے پیغمبر ۔ کہیئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میرے نقش قدم پر چلو۔ پھر اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔

محبت کا اصل جوہر اطاعت ہے اور اس کی بہترین مثال ایک واقعہ میں ملتی ہے ۔ جب کبھی نبی اکرم صلعم مجلس میں تشریف لایا کرتے تھے تو صحابہ کرام محبت اور تعظیم کے اظہار کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے ۔ لیکن حضور صلعم نے تعظیماً کھڑے ہونے سے منع فرمایا۔ اب مسلمان ایک شش و پنج میں تھے ۔ محبت اور احترام کا تقاضا تھا کہ وہ آپ کی آمد پر کھڑے ہوں لیکن حکم اور اطاعت کا تقاضا تھا کہ نہ کھڑے ہوں ۔ اور حضور کی رهنمائی میں مسلمانوں نے اطاعت کا راستہ اختیار کیا —کیونکہ یہی محبت کا بھی حقیقی تقاضا تھا—

علامہ اقبال کے نزدیک بھی عشق محض ایک جذباتی رو نہیں ہے اس کا لازمی تقاضا ہے کہ محبوب کی زندگی کو چراغ راہ بنایا جائے اور ہرحیثیت سے اس کا اتباع کیا جائے ۔ اس کے احکام کی اطاعت ہو اور اس کی تقلید کے ذریعہ اس کی خوشنودی حاصل کی جائے ۔ یہ محبت کا فطری مطالبہ ہے۔

کیفیت ها خیزد از صهبائے عشق　　　هست هم تقلید از اسمائے عشق
عاشقی ؟ محکم شو از تقلید یار　　　تا کمند تو شود یز داں شکار

---

۱ - القران — سورۃ آل عمران — ۳۱ -

اور پھر جب محبوب رسول خدا بھی ہو تو اس کی اطاعت کی ضرورت تو کچھ اور بھی سوا ہوجاتی ہے - یہی وجہ ہے کہ اقبال رہ مصطفیٰ کی پیروی کو ''اسلام،، اور اس سے انحراف کو ''کفر،، قرار دیتے ہیں اور مسلمانوں کو اسی راہ کی پیروی کی دعوت دیتے ہیں —

کشادم پردہ از روئے تقدیر　　مشو نو مید و راہ مصطفیٰ گیر
اگر باور نداری آنچہ گفتم　　زدیں بگریزو مرگ کافر ے میر

نبی کے مسلک سے ذرہ برابر بھی ھٹنا ان کے نزدیک دائرہ مومنین سے نکلنے کے مترادف ہے—

از مقام او اگر دور ایستی　　از میان مشعر ما نیستی

وہ ہر مسلمان کو عجمیت سے بچنے کا مشورہ دیتے ھیں اور یہ مشورہ اس لئے دیتے ھیں کہ یہ راستہ سنت رسول سے ھٹا ھوا ہے—

با مریدے گفت اے جان پدر
از خیالات عجم باید حذر
زآنکہ فکرش گر چہ از گردوں گذشت
از حد دین نبی بیروں گذشت

یعنی چاھے کوئی آسماں سے تارے ھی کیوں نہ توڑ لائے اگر وہ راہ نبی سے ھٹا تو ھرگز قابل اعتنا اور قابل اتباع نہیں —

علامہ کے نزدیک قوم کی زندگی کا دارو مدار '' شعار مصطفیٰ،، پر قائم رھنے پر ہے-

تا شعار مصطفیٰ از دست رفت
قوم را رمز بقا از دست رفت

نبی کی مقرر کردہ حدود کی اطاعت ھر حال میں ھونا چاھئے خواہ بہ ظاہر وہ سخت ھی کیوں نہ محسوس ھوں ان کی سختی کا شکوہ کرنے کی بجائے ان کے اتباع میں ھمہ تن مصروف ھونا چاھئے—

شکوہ سنج سختی آئین مشو
از حدود مصطفیٰ بیروں مرو

اس لئے کہ

باز خود را بیں۔ همیں دیدار اوست
سنت او سرے از اسرار اوست

مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی کی وجہ ان کی نگاہ میں راہ مصطفیٰ سے ہٹنا اور سر نبی سے بیگانہ ہوجانا ہے ۔ اگر روح سنت باقی نہ رہے تو بیت الحرم بت خانہ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔

مسلم از سر نبی بیگانہ شد
باز ایں بیت‌الحرم بت خانہ شد

نبی کی سنت اور نبی کے اتباع کے معنی آپ کے اخلاق اور آپ کے اسوہ کی پیروی ہے۔

غنچہ از شاخسار مصطفیٰ گل شواز باد بہار مصطفیٰ
از بہارش رنگ و بو باید گرفت بہرہ از خلق او باید گرفت

پھر علامہ مسلمانوں کو مختلف طریقوں سے آپ کی سنت کے اتباع کی دعوت دیتے ہیں ۔ ایک موقع پر کہتے ہیں ۔

ہے ترک وطن سنت محبوب الہیٰ
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ۔

فقر و شاہی وار دات مصطفی آست ایں تجلیہائے ذات مصطفی است
ایں دو قوت از وجود مومن است ایں قیام و آں سجود مومن است

ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں ۔

برگ و ساز ما کتاب و حکمت است
ایں دو قوت اعتبار ملت است

مسلمانوں کی ترقی و احیاء کے لئے جو لائحہ عمل وہ تجویز کرتے ہیں وہ طریق نبوت کی پیروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسلمان آج موت سے کافر کی طرح ڈرتا ہے اور اس کا سینہ ایمان سے خالی ہوگیا ہے میں نے اس انسان بیمار کو

دوسرے تمام طبیبوں کے سامنے سے ہٹا کر حضور مصطفیٰ میں لا رکھا ہے یہیں سے اس کو آب حیات ملے گا اور یہی خود قرآن نے بھی ہم کو بتایا ہے ۔

همچو کافر از اجل تر سنده | سینه اش فارغ زقلب زنده
نعششی از پیش طبیبان برده ام | در حضور مصطفیٰ آورده ام
مرده بود از آب حیوان گفتمش | سرے از اسرار قرآن گفتمش

علامہ نے مسلمانوں کو رسول کے طریقے اور آپ کی اطاعت کی طرف پکارا اور انہیں بتایا کہ آپ کی اطاعت ہی دین حق ہے۔ اگر یہ نہ ہوتو پھر سب کچھ کفر ہے ۔

به مصطفیٰ برسان خویش را که دیں همه اوست
اگر به او نرسیدی ، تمام بو لہبی است

یہ ہے اقبال کی نگاہ میں مقام رسالت ـــــ اور اسی مقام کے تقاضوں کو پورا کر کے مسلمان ترقی سے ہمکنار ہوسکتے ہیں ۔

---

(۴)

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے اقبال کا تصور رسالت تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ علامہ اقبال رسولؐ سے تعلق کی کیا بنیاد مقرر فرماتے ہیں ۔ یہ بحث اس بات کو آپ سے آپ واضح کردیتی ہے کہ علامہ سنت رسول کو کتنی اہمیت دیتے ہیں اور حدیث کو دین میں حجت قطعی اور ماخذ اولین کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ بات ان کے تصور رسالت کا منطقی تقاضا ہے۔ لیکن بحث کے ہر پہلو کو بالکل واضح کرنے کے لئے ہم اس باب میں حدیث کے متعلق علامہ کا مسلک بیان کرتے ہیں اور مثالیں دیکر بتاتے ہیں کہ کس طرح نثر اور نظم دونوں میں علامہ نے حدیث کو تسلیم کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے ۔

۱ ۔ اسلامی شریعت کے مآخذ کی بحث میں علامہ اقبال اپنے استدلال کی بنیاد حدیث معاذ رضؓ پر رکھتے ہیں ۔(۱)
حدیث یہ ہے ۔

---

۱ ۔ اقبال "تشکیل جدید الہیات اسلامیہ" ـــــ مذکورہ بالا صفحہ ۲۲۸

نبی اکرم نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا عامل بنایا تو آپ نے ان سے پوچھا :

"اے معاذ ! معاملات کا فیصلہ کیسے کروگے"۔

حضرت معاذ نے جواب دیا: "کتا ب اللہ کے مطابق"۔

آپ نے فرمایا۔ " اگر کتاب اللہ نے تمہای رھنمائی نہ کی تو پھر کیا کروگے ؟ "

حضرت معاذ نے کہا : "پھر اللہ کےرسول کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا "۔

آپ نے کہا "اور اگر سنت بھی خاموش ھو یا ناکافی ھوتو ؟ "

حضرت معاذ نے کہا : "پھر میں پوری کوشش کروں گا کہ خود ھی رائے قائم کروں"۔

حضور اکرم نے اس پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ھے کہ اس نے اپنے بندے کو صحیح بات سجھائی ۔

علامہ نے اس حدیث کو پیش کرکے محض یہی واضح نہیں کیا کہ وہ خود حدیث سے استدلال کرتے ھیں ۔ اور اسے بطور دلیل پیش کرتے ھیں بلکہ یہ بات بھی واضح کردی کہ اس معاملہ میں ان کا نقطۂ نظر کیا ھے۔ وہ حدیث کو قانون کا مستقل ماخذ مانتے ھیں اور یہی وہ درجہ ھے جو شریعت نے اسے دیا ھے

اسی طرح فلسفۂ عجم میں علامہ لکھتے ھیں ۔

" میرے خیال میں یہ ثابت کیا جاسکتا ھے کہ قرآن اور احادیث صحیحہ میں صوفیانہ نظریے کی طرف اشارات موجود تھے لیکن وہ عربوں کی خالص عملی ذھانت کی وجہ سے نشو ونما پا کر بار آور نہ ھو سکے " (۱)

یہاں بھی علامہ احادیث صحیحہ کو استدلال کی بنیاد قرار دیتے ھیں اور اس سے معلوم ھوا کہ وہ حدیث کو دلیل شرعی مانتے ھیں ۔

۲ ۔ مسلمانوں کے احیاء کا جو نقشہ علامہ اقبال کے پیش نظر تھا اس میں سنت رسول کو بڑا مرکزی مقام حاصل تھا۔ وہ بار بار اس بات کا اظہار فرماتے تھے کہ مسلمانوں کو دوبارہ اوپر اٹھانے کے لئے ضروری ھے کہ انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی ذات کی طرف بلایا جائے اور اسوۂ نبوی کے رنگ

۱۔ اقبال، فلسفہ عجم ، صفحہ ۱۴۷ ۔

میں ان کو رنگا جائے۔ اس بات کے ثبوت میں علامہ کے چند ارشادات کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں۔

ایک خط میں آپ لکھتے ہیں:

"میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لئے رسول اکرم کی ذات اقدس ہی ہماری سب سے بڑی اور کار گر قوت ہوسکتی ہے"۔ (۱)

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

"ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے اثر میں ہیں ان کے لٹریری آئیڈیل بھی ایرانی ہیں اور سوشل نصب العین بھی ایرانی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان مثنویوں کے ذریعہ حقیقی اسلام کو پیش کروں جس کی اشاعت رسول اللہ صلی اللہ و سلم کے منہہ سے ہوئی"۔ (۲)

اپنے ایک مضمون میں میلاد النبی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے علامہ تحریر فرماتے ہیں:

"منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں میلادالنبی کا ایک مبارک دن بھی ہے۔ میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہترین ہو وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لئے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوۂ رسول کو مدنظر رکھیں تاکہ جذبۂ تقلید اور جذبۂ عمل قائم رہے ان جذبات کو قائم رکھنے کے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریق تو درود و صلوٰۃ ہے جو مسلمانوں کی زندگی کا جز و لاینفک ہوچکا ہے.......... دوسرا طریقہ اجتماعی ہے یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص جو حضور آقائے دو جہاں صلعم کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو آپ کے سوانح زندگی بیان کرے تاکہ ان کی تقلید کا ذوق شوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو (۳)

۱۔ اقبال نامہ جلد دوئم۔ مرتبہ شیخ عطاءاللہ لاہور صفحہ ۹۳

۲۔ اقبال نامہ جلد اول۔ مرتبہ عطا اللہ لاہور صفحہ ۴۲ —

۳۔ اقبال، تقریر محفل میلادالنبی۔ آثار اقبال۔ مرتبہ غلام دستگیر رشید حیدرآباد دکن۔ سنہ ۱۹۴۶ع صفحہ ۳۰۶

اسی مضمون میں آگے چل کر فرماتے ہیں۔

" دنیا میں نبوت کا سب سے بڑا کام تکمیل اخلاق ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا۔ بعثت لا تمم مکارم الاخلاق۔ یعنی میں نہایت اعلیٰ اخلاق کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے علماء کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کریں تاکہ ہماری زندگی حضور کے اسوۂ حسنہ کی تقلید سے خوشگوار ہوجائے اور اتباع سنت زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک جاری و ساری ہوجائے۔ حضرت بایزید بسطامی کے سامنے خربوزہ لایا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کردیا اور کہا مجھے معلوم نہیں رسول اللہ نے اس کو کس طرح کھایا ہے۔ مبادا میں ترک سنت کا مرتکب ہوجاؤں۔

کامل بسطام در تقلید فرد
اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

"افسوس ہم میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بھی موجود نہیں ہیں جن سے ہماری زندگی خوشگوار ہو اور ہم اعلیٰ اخلاق کی فضا میں زندگی بسر کرکے ایک دوسرے کے لئے باعث رحمت ہوجائیں۔ اگلے زمانے کے مسلمانوں میں اتباع سنت سے ایک اخلاقی ذوق اور ملکہ پیدا ہوجاتا تھا اور وہ ہر چیز کے متعلق خود ہی اندازہ کرلیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا رویہ اس چیز کے متعلق کیا ہوگا،، ۔ (۱)

۳ ۔ علامہ اقبال پنجاب کے ایک گاؤں میں علوم اسلامی کا ایک ادارہ قائم کر رہے تھے ۔ اس ادارہ میں طلباء اور محققین کی رہنمائی کے لئے وہ ازہر سے ایک عالم دین کو بلوانا چاہتے تھے۔ اس کے لئے انہوں نے ایک خط علامہ مصطفیٰ المراغی کو بھیجا تھا۔ اس میں ادارہ کی ضرورت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

" ان کی رہنمائی کے لئے ایک ایسا معلم مقرر کرنا چاہتے ہیں جو کامل اور صالح ہو اور قرآن حکیم میں بصیرت تامہ رکھتا ہو اور انقلاب دور حاضرہ سے واقف ہو تاکہ وہ ان کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روح سے واقف کرے ۔،، (۲)

۴ ۔ اپنے مضامین اور خطوط میں علامہ نے جابجا احادیث سے استدلال کیا ہے اور ان کی بنیاد پر ایک موقف اختیار کیا ہے۔ ہم چند مثالیں دیتے ہیں :

---

۱ ۔ اقبال، تقریر محفل میلاد النبی ۔ آثار اقبال۔ مرتبہ غلام دستگیر رشید حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۴۶ع صفحہ ۳۰۹، ۳۰۸

۲ ۔ اقبال نامہ جلد اول صفحہ ۲۵۱ ۔

(ا) امراء القیس کے متعلق حضور کے مشہور ارشاد اشعر الشعراء و قائد هم الی النار کی صداقت کو علامه ثابت کرتے هیں اس کی تائید کرتے هیں اور اس کی بنیاد پر اسلامی نظریہ ادب کی خصوصیات متعین کرتے هیں — (۱)

(ب) الکفر ملة واحدة سے اپنے مضمون '' جغرافیائی حدود اور مسلمان ،، میں استدلال کرتے هیں — (۲)

(ج) ایک خط میں لکھتے هیں :

'' ان میں (یعنی احادیث میں) ایسے بیش بہا اصول هیں که سوسائٹی باوجود اپنی ترقی کے اب تک ان کی بلندیوں تک نہیں پہنچی - مثلاً ملکیت شاملات ده کے متعلق المرعی للّٰه و رسوله (بخاری) اس حدیث کا ذکر میں نے مضمون اجتہاد میں بھی کیا ھے،،۔(۳)

(د) ایک خط میں نشان هلال کے سلسله میں حدیث '' میری امت ضلالت پر مجتمع نہیں هوسکتی ،، سے استدلال کرتے هیں :

'' تاریخی پہلو سے میں نہیں کہه سکتا که اس کے موجد نے اس کو نمو کے خیال سے جاری کیا یا چاند سورج سے اپنا سلسلهٔ نسب ملانے کے خیال سے مگر تمام امت کا اس پر صدیوں سے اجماع هوچکا ھے۔ جن اسلامی قوموں کا نشان اور ھے۔ وہ اس پر کبھی معترض نہیں هوئیں اور حدیث صحیح ھے که میری امت کا اجماع ضلالت پر نه هوگا۔ اس واسطے اس کو ضلالت تصور کرنا درست نہیں ،،۔ (۴)

(ه) ایک اور مقام پر خیرالقرون قرنی والی حدیث سے استدلال کرتے هیں اور اس سے رهبانیت کی تردید فرماتے هیں۔(۵)

(و) '' اقبال کامل ،، میں یه واقعه ملتا ھے که ایک مرتبه ایک صاحب نے علامه اقبال کے سامنے بڑے اچنبھے کے ساتھ اس حدیث کا ذکر کیا که

---

۱ ـ مضامین اقبال مضمون : جناب رسالتمآب کا ادبی تبصره ـ صفحه ۵۷
اسی کتاب میں صفحه ۱۹۸ پر بھی اس حدیث سے استدلال کیا گیا ھے۔

۲ مضامین اقبال صفحه ۱۹۰

۳ ـ اقبال نامه جلد اول صفحه ۱۵۲

۴ ـ اقبال نامه جلد اول صفحه ۳۳۷

۵ ـ اقبال نامه جلد اول صفحه ۷۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اصحاب ثلاثہ کے ساتھ احد پر تشریف رکھتے تھے اتنے میں احد لرزنے لگا اور حضور نے فرمایا ٹھیرجا تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق ، اور دو شہیدوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس پر پہاڑ ساکن ہوگیا۔،، علامہ اقبال نے حدیث سنتے ہی کہا۔ ”اس میں اچنبھے کی کونسی بات ہے ؟ میں اس کو استعارہ و مجاز نہیں بالکل ایک مادی حقیقت سمجھتا ہوں۔ اور میرے نزدیک اس کے لئے کسی تاویل کی حاجت نہیں اگر تم حقائق سے آگاہ ہوتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ ایک نبی کے نیچے مادے کے بڑے سے بڑے تودے بھی لرز اٹھتے ہیں مجازی طور پر نہیں واقعی لرز اٹھتے ہیں۔،، (۱)

ہم نے یہ چند مثالیں مشتے نمونہ از خروارے پیش کی ہیں۔ ورنہ اگر انہیں بڑھایا جائے تو بے شمار شہادتیں دی جاسکتی ہیں۔

ہ۔ اسی طرح اپنے شعری کلام میں بھی علامہ اقبال نے احادیث کو بیسیوں مقامات پر استعمال کیا ہے اور ان سے استدلال کیا ہے۔ اس کی بھی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں

(ا) حدیث صحیح ہے ”لانبی بعدی ،، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ علامہ اقبال رموز بے خودی میں اس حدیث کو اس طرح پیش کرتے ہیں۔

لا نبی بعدی زاحسان خدا است
پردۂ ناموس دین مصطفیٰ است (۲)

(ب) حضور کا ارشاد ہے کہ شیطان ہمیشہ جماعت سے دور رہتا ہے۔ اس حدیث اور اس معنی کی دوسری احادیث میں نبی اکرمؐ نے مسلمانوں کے لئے جماعت بندی کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ اور انہیں حکم دیا ہے کہ اپنی ملی تنظیم میں کوئی رخنہ نہ پڑنے دیں علامہ اس حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں۔

حرز جاں کن گفتۂ خیر البشر
ہست شیطان از جماعت دور تر

۱۔ (بروایت نزیر نیازی) ملاحظہ ہو اقبال کامل ۶۴ — ۶۶ اور جوہر اقبال صفحہ ۳۸ —

۲۔ اسرار و رموز، لاہور صفحہ ۱۱۸ —

(ج) ''الاسلام جا' غریب،،۔ مشہور حدیث ہے اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ اسلام دنیا میں غریب اور اجنبی ہوکر آیا تھا اور آخری دور میں وہ پھر غریب ہی ہوجائے گا۔ علامہ اس حدیث کو جمال الدین افغانی کی زبان سے اس طرح ادا کرتے ہیں —

از حدیث مصطفےٰ داری نصیب
دین حق اندر جہاں آمد غریب

(د) مثنوی ''پس چہ باید کرد،، میں علامہ اس حدیث کو بڑے دلنشیں انداز میں پیش فرماتے ہیں کہ ساری روئے زمین مسلمان کے لئے مسجد ہے —

مومناں را گفت آں سلطان دین
مسجد من ایں ہمہ روئے زمین (۱)

(ہ) ایک حدیث ہے ''لاتسبو الدھر و اناالدھر،، زمانہ کو برا نہ کہو میں خود زمانہ ہوں، علامہ نے اس حدیث کو کئی مقامات پر استعمال کیا ہے۔ برگساں کے سامنے اس کو پیش کیا تھا اور وہ اس کی معنویت پر حیران رہ گیا تھا۔ (۲) مثنوی اسرار خودی میں اس حدیث کو اس طرح بیان کرتے ہیں —

زندگی از دھر و دھر از زندگی است
لا تسبو الدھر فرمان نبی است

(و) حدیث مشہور ہے ''لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ نبی مرسل ولا ملک ولا مقرب،، یعنی ایک وقت ایسا آتا ہے کہ میں خدا کے ساتھ تنہا ہوتا ہوں اس وقت نہ کوئی مرسل وہاں آسکتا ہے اور نہ کوئی فرشتہ مقرب۔ علامہ اس حدیث کو مثنوی اسرار خودی میں پیش کرتے ہیں —

تو کہ از اصل زماں آگہ نہٴ   از حیات جاوداں آگہ نہٴ
تا کجا در روز و شب باشی اسیر   رمز وقت از لی مع اللہ یاد گیر (۳)

۱۔ مثنوی پس چہ باید کرد ۲۵ —
۲۔ اس حدیث کا ذکر انگریزی لکچروں میں بھی آیا ہے —
۳ - اسرار و رموز ۸۱ —

(ذ) ایک اور حدیث ہے ' الکاسب حبیب اللہ ، علامہ اس حدیث کو اس طرح استعمال کرتے ہیں —

انکہ خاشاک بتاں از کعبہ رفت
مرد کاسب را حبیب اللہ گفت (۱)

(ح) حضور نے دین و دنیا کی وحدت کا تصور پیش کیا اور رہبانیت کے مقابلے میں زندگی کی منجدھار میں حق کی روش پر ثابت قدمی کی تعلیم دی اس نقطۂ نظر کو آپ نے اس حدیث میں بیان فرما یا ہے کہ مجھے نماز ، خوشبو اور عورت پسند ہے۔ علامہ اس حدیث کو بڑے حسین انداز میں پیش کرتے ہیں —

گفت با امت زدنیائے شما
دوستدارم طاعت وطیب و نساء (۲)

(ط) حدیث ہے کہ جنت ماں کے پاؤں تلے ہے۔ علامہ اسے اس طرح بیان کرتے ہیں —

گفت آں مقصود حرف کن فکاں
زیر پائے امہات آمد جناں

(ه) حدیث ہے '' نعم الجمل جملکما و نعم العد لان انتما ،، علامہ رموز بے خودی میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں —

بہرآں شہراہ خیر الملل
دوشں ختم المرسلین نعم الجمل

(ک) فتح مکہ کے بعد کا مشہور واقعہ ہے کہ حضور نے تمام مخالفین کو معاف کردیا اور '' لا تثریب علیکم الیوم ،، کے تاریخی الفاظ ادا فرمائے علامہ اس حدیث کو نظم کرتے ہیں —

آں کہ بر اعدا دررحمت کشاد
مکہ را پیغام لا تثریب داد

---

۱ - اسرار و رموز صفحہ ۲۵ —
۲ - اسرار و رموز صفحہ ۱۳۰ - اس حدیث کو آپ نے صفحہ ۲۷۴ اور ۱۸۱ پر بھی استعمال کیا ہے —

(ل) معراج نبوی حدیث کا خاص موضوع ہے علامہ اس واقعہ کو بیان فرماتے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہیں کہ :

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفے سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اس شعر سے صاف ظاہر ہے علامہ جسمانی معراج کے قائل تھے اور اس سے عالم بشریت کے امکانات کی نشاندھی کرتے ہیں ـ

(م) شق القمر کا معجزہ تمام ھی سیرت اور حدیث کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے علامہ اس معجزہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں ـ

پنجۂ او پنجۂ حق می شــود
ماہ از انگشت او شق می شــود (۱)

علامہ اقبال نے بے شمار مقامات پر حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ہم نے صرف چند مقامات کی نشاندھی کی ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اقبال کا تمام کلام ارشادات رسول کی تنویر سے منور ہے اور اس کی مقبولیت کا بڑا سبب بھی یہ ہے کہ وہ حکمت قرآن اور حکمت رسول سے لبریز ہے خود اقبال ھی کے الفاظ ہیں :

خون دل و جگر سے ہے مری نوا کی پرورش
ہے رگ ساز میں رواں صاحب ساز کا لہو

---

۱ - اسرار و رموز صفحہ ۳۷ ـ